عدالتی فیصلے قانون اور آئین کی بالادستی

نیلم مہاجن

حال ہی میں عدلیہ پر سوشل میڈیا پر اتنا بھیانک حملہ ہوا ہے کہ ایک خاص پارٹی کے پیروکار جوں پر ذاتی الزام لگاتے رہے ہیں اور جج پر موافقہ کی تحریک چلانے کی مطالبہ کررہے ہیں۔ یہ کافی قابل مذمت ہے۔ ہندوستان کے آئین میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ منتظمہ، منتظمہ اور عدلیہ جمہوریت کے تین اہم ستون ہیں اور وہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لیے عدلیہ کو سرکار سے عمل طور پر آزاد ہونا چاہیے۔ جس مجوں، وکیلوں، پیروکریسی، ماہرین تعلیم وغیرہ کے خاندان سے آتی ہوں، میں واضح طور پر جانتی ہوں کہ میرے خاندان میں اپنی ذاتی زندگی میں سماجی تقریبات اور عوامی پروگراموں میں خود کو روکنا کتنا مشکل ہوتا ہے وفوں پر بھی بات نہیں کرتے ہیں۔ جسٹس راجیہ سابون سنگھ، جسٹس اے ایس آنند، ہندوستان کے چیف جسٹس وی پی گپتا، جسٹس آل دیو سنگھ، سماجی اور خاندانی سرگرمیوں سے بھی دور رہنے لگے تھے۔ عدالت کی توہین ایک حساس معاملہ ہے وہ ملزموں کو پھنکار سکتے ہیں۔ یہ بھی امید کی جاتی ہے کہ عدالت میں جانے والے لوگ باعزت طریقے سے پیش آئیں۔ جوں کا احترام ضروری ہے یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ جوں کی تقرری بنیادی طور پر قانونی اور سیاسی عمل ہے۔ ان اعلیٰ عہدوں پر فائز جوں کا انتخاب اس ریاست کے وزیراعلیٰ اور چیف جسٹس اور گورنر کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکاری کے وکیلوں کے تقرری سے لے کر جوں کی انتخاب تک یہ ایک سیاسی عمل کا حصہ ہے۔ ہندوستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے سیدھے طور پر تقرری کرنے والے جوں کا ایک مضبوط سیاسی رشتہ ہوتا ہے۔ یہ وہ سیاسی تعلقات ہیں جو انہیں سیدھے پریم کورٹ اور ریاستوں کی ہائی کورٹوں کے جوں کے عہدے پر لے جاتے ہیں۔ جوں کا انتخاب کرنے والا کولیجیم عمل طور پر اس وقت تک مکمل طور پر کارگر نہیں ہوا جیسا کہ پچھلے کچھ سالوں میں کئی تقریروں میں دیکھا گیا ہے۔ عدلیہ پوری طرح سے آزاد نہیں ہوتی ہے میں ان جوں کے نام بتانا نہیں چاہتی ہیں جو ہندوستان کی پریم کورٹ اور ریاست کی ہائی کورٹوں میں تعینات ہیں۔ زیادہ تر قانونی برادری اس کے بارے میں جانتی ہے۔ وقت طلب قانونی عمل کے ساتھ ساتھ عدالت سے انصاف حاصل کرنے کا مکمل ایک مہنگا عمل ہے۔ اس سے عدلیہ میں عام آدمی کا اعتماد ہوتا ہے کیونکہ وکیلوں کے ذریعہ تیار کیے گئے وعدوں میں بہت سارے جھوٹے من گھڑت باتیں اور اندازے لگائے ہیں۔ عام آدمی اور جوں کے درمیان بھیانک اختلافات ہوتے ہیں۔ میرے رشتے دار جج نے ایک بار مجھ سے کہا کہ اکثر میرے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں۔ ہمیں دونوں فریقوں سے بات سننی ہوتی ہے اور جو ثبوت ہمیں دیے جاتے ہیں اس کی بنیاد پر ہمیں ایک حکم سنانا ہوتا ہے۔ کئی بار بے قصور لوگوں کے خلاف غیر مناسب فیصلے سنائے جاتے ہیں جو پولیس کی بربریت، منمانے تفرقہ گری مظالم، فرضی ایف آئی آر میں جھوٹے پھنسائے جانے کے شکار ہوتے ہیں۔ حال ہی میں جوں پر ذاتی حملوں کا دور چل رہا ہے۔ فیصلے ان کے حق میں نہیں ہے تو اب سوشل میڈیا پر آزادی کے ساتھ یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی خاص سیاسی پارٹی کے پیروکار نے فیس بک، ٹوئٹر اور اسٹاگرام پر قابل مذمت بیان دیتے ہیں جو نہ صرف جج کے لیے بلکہ ان کے خاندان کے لوگوں کے لیے بھی نقصان دہ ہوسکتے ہیں۔ ہندوستان ٹائمس گروپ کی چیئرپرسن شوبھنا بھارتیا اور چندن متر اکے خلاف سپریم کورٹ کے جسٹس اے ایس آنند، چیف جسٹس اور جسٹس کلدیپ سنگھ کے ذریعہ ازخود نوٹس لینے کا معاملہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں چندن متر انے چھاپہ تھا کہ سپریم کورٹ کے ان جوں کے نفسیاتی علاج کی ضرورت ہے۔ انہیں توہین عدالت کا نوٹس دیا گیا تھا۔ ہندوستان ٹائمس کے بھی ڈائریکٹروں کو سپریم کورٹ میں ذاتی طور پر پیش ہونے کی ہدایت دی گئی۔ شری فالی نریمن کے علاوہ کسی نے بھی توہین عدالت کرنے والے لوگوں کی نمائندگی نہیں کی۔ فالی نریمن نے چندن متر اور ہندوستان ٹائمس کے ڈائریکٹر کو پہلے صفحہ کی سرخیوں میں سپریم کورٹ سے معافی مانگنی پڑی۔ جس میں کہا گیا کہ چندن متر انے ہندوستان کی سپریم کورٹ کے ججوں کے خلاف جو کچھ بھی لکھا ہے اس کا گہرا افسوس ہے۔ ان کا ارادہ بھی کسی کورٹ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ پرشانت بھوشن کو بھی توہین عدالت کی سزا اور جیل سے بچالیا گیا۔ ایک روپے کا جرمانہ ادا کرکے۔

جسٹس دیپک گپتا ان کی معافی کے لیے تیار ہوگئے لیکن پرشانت بھوشن کے خلاف سخت کارروائی کی گئی۔ حال کے بھیانک واقعات نے پی جے پی کو نوپور شرما اور نوین کمار جندل کے پیغمبر محمدؐ پر بیان کے بعد دو ہندوؤں کی بے رحمانہ طریقے سے قتل ہوگیا۔ سپریم کورٹ کے جسٹس سوریہ کانت اور جسٹس سے پی پاردی والا نے نوپور شرما کو گرفتار نہیں کرنے پر دہلی پولیس اور سرکار پر سخت نکتہ چینی کی تھی۔ عدالت نے کہا کہ وزیر داخلہ بی جے پی اور پولیس ان کو تحفظ دے رہی ہے۔ جہاں تک نوپور شرما کے خلاف بھی ایف آئی آر کو دہلی ٹرانسفر کرنے کی رٹ داخل کرنے والے وکیل متندر سنگھ کی بات ہے تو اسے خارج کردیا گیا ہے۔ اس راحت کے لیے ارنب گوسوامی کے معاملے میں سپریم کورٹ نے مختلف راستوں میں جس بھی ایف آئی آر کو عرضی گزار کی مرضی کے مطابق ایک ریاست میں منتقل کردی جائیں گی۔ نوپور شرما کے خلاف سخت زبانی تیروں نے بی جے پی، نوپور شرما کے حامی، شدت پسند عناصر کے ذریعہ سوشل میڈیا پر حملوں کی بوچھار کردی۔ یہ واضح ہے کہ پیغمبر محمدؐ اور حضرت عائشہ کے خلاف سوشل میڈیا پر جو توہین آمیز تبصرے کیے جانے چاہیے تھے۔ نوپور شرما کے تبصروں نے بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ دہلی پولیس کے سامنے خود سپردگی کرنے کے بجائے وہ کئی ہفتوں سے لاپتہ ہیں۔ بنا شرط معافی کے لیے اس کے ذریعہ کوئی ویڈیو ریکارڈنگ نہیں کی گی ہے۔ ان کا غرور بہت بڑا ہے۔ پیغمبر محمدؐ اور حضرت عائشہ کے خلاف ان کے بیان، بہت ہی توہین آمیز طریقے کے ہیں۔ ججوں پر ذاتی حملے قانون کی بالادستی کے نظریے کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ قانون ایشوز پر سیاست کرنے کے لیے سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل میڈیا کو اکثر استعمال کیا جارہا ہے۔ جسٹس سے پی پاردی والا نے کہا جو بی جے پی کی نوپور شرما کی نکتہ چینی کرنے والی سپریم کورٹ کے بنچ کے حصہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ ججوں پر ان کے فیصلے کے لیے ذاتی حملے کرنا ایک خطرناک صورتحال ہے اور یہ ہم کو خطرناک مستقبل کی طرف لے جاتے ہیں جہاں ججوں کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ قانون واقع میں کیا سوچتا ہے۔ اس کے بجائے یہ سوچا جائے کہ میڈیا کیا سوچتا ہے۔ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل میڈیا خاص طور پر ججوں کے خلاف ذاتی رائے ظاہر کرنے کے بجائے ان کے فیصلوں کو لچک دار تاقیدانہ طریقے سے جائزہ لینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ جسٹس پاردیوالا نے کہا کہ ایک طرف اکثریتی آبادی کے ارادے کو متوازن کرتا اس کا مانگ کو پورا کرتا اور دوسری طرف قانون کی بالادستی کو ظاہر کرتا ایک مشکل مشق ہے۔ وہ دوسرے جج آج آر کھنہ ممبوئی سمار میں بول رہے تھے میرا یہ کا یقین ہے کہ یہ ملک سپریم کورٹ کے لیے ہے وہ صرف ایک چیز دھیان میں رکھتے ہوئے چیزوں کا فیصلہ کرے وہ قانون کی بالادستی عدالت کے فیصلے عوام کی رائے کو متاثر کن انداز سے پابند نہیں کرسکتے ہیں۔ میرا ماننا ہے کہ ایک جمہوری نظام میں میرے پاس عدالتی فیصلوں سے بھینے کے لیے فیصلے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عدالت کے فیصلے ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں اور دیگر بھی آرا سے آزاد ہوتے ہیں ہم بس ان کے ذریعے جینے کے لیے متفق ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں قانون زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اوس اوپلی بنام قانون کا نظریہ ہندوستان کی سپریم کورٹ مضمون پر بولتے ہوئے انہوں نے یہ بات کہی اگر سوشل میڈیا میں عدالتی احکامات کو نافذ نہیں کیا جاتا ہے اور اس کا احترام نہیں کیا جاتا ہے کہ تو اس سے شہریوں کو ہندوستان کے آئین کے ذریعہ فراہم کیے گئے حقوق کا تحفظ کرنے میں کوئی راحت نہیں ملے گی۔ ہم جوں کو نہ روکیں، فیصلوں کے خلاف اعلیٰ عدالتوں میں اپیل کرسکتے ہیں اور اسٹریٹ اسمارٹ طریقے سے سوشل میڈیا کا استعمال قابل مذمت ہے۔ سچائی کی جیت ہونے دو، سنتے میدیجئے۔

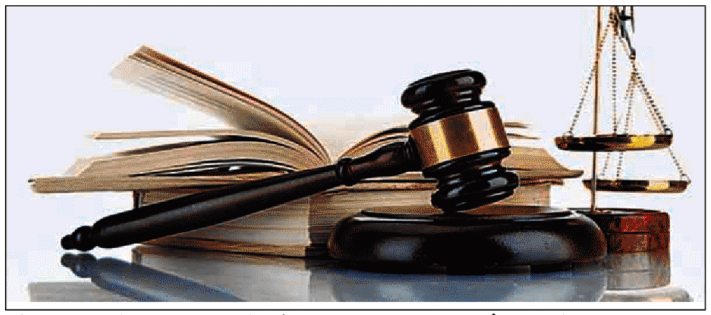

تعلیمی بیداری کو ضائع نہ ہونے دیں

عمیر انس

گزشتہ دنوں میں نے تعلیم اور ترقی کے موضوع پر دہلی کے سرکردہ مسلمان رہنماؤں پر مشتمل ایک اہم کانفرنس میں شرکت کے لئے تر کی سے ہندوستان کا سفر کیا، اس کانفرنس نے ایک روشن پہلو آگاہ کیا کہ ہندوستانی مسلمان تعلیم کے معاملے میں پہلے سے کبھی اتنے زیادہ سنجیدہ نہ رہے ہونگے، بڑے اور خوب مالی وسائل والے اداروں کو چھوڑ دیجئے، درجنوں ایسے اداروں اور انگے زمہ داران نے شرکت کی جنہوں نے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا کر کسی نہ کسی سطح کا اسکول قائم کرلیا ہے، تعلیم کی طرف اس غیر معمولی توجہ میں کیا امیر کیا غریب کیا دیہی اور کیا چھوٹے شہر ہر طرح پر ایک خوش آئند تبدیلی محسوس کی جاسکتی ہے، اس کانفرنس میں نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی اس میں عام اور غریب مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی سنجیدگی کے ساتھ عام مسلمانوں سے ان کے اداروں کے مسائل کی طرف توجہ دینے کی گزارش کی تھی، مسلمانوں میں بنیادی تعلیمی مسائل حسب ذیل ہوسکتے ہیں۔

اگرچہ چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبات میں مسلمانوں نے اسکول کھول لیے ہیں لیکن ان سب کی مشترک پریشانی یہ ہے کہ انہیں قابل اساتذہ میسر نہیں ہیں، یا تو انگے پاس قابل اساتذہ کو اچھے مشاہرے دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں، یا انگے اساتذہ کے پاس جدید تقاضوں کے مطابق تدریس کی بنیادی ٹریننگ نہیں ہے، بلکہ کئی اسکول اساتذہ کی قلت کی وجہ سے بند ہونے والے ہیں یا اپنے علاقے کے اسکولوں کے مقابلے میں ناکام ہورہے ہیں، جو بند نہیں ہورہے ہیں وہ اپنے بچوں کو عطی تدریس دینے کے لئے مجبور ہیں، مسلم معاشرے میں اساتذہ کی اتنی شدید قلت ہوجائے گی اس کا اندازہ بالکل نہیں تھا، بلکہ یہ بھی احساس ہوا کہ خود اسلامی مدارس میں ان کا روایتی مضامین یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب، جیسے مضامین کے اساتذہ بڑی مشکل سے مل رہے ہیں، اس کانفرنس سے اس بات کا احساس ہوگیا کہ مسلم طلبہ کی اکثریت صرف اس لئے ہائی اسکول اور انٹر میں بڑی تعداد میں ناکام ہورہی ہے یا ڈراپ آوٹ ہورہی ہے کیونکہ انگے اسکولوں میں فزکس، کیمسٹری، بیفکس، جیسے بنیادی مضامین کے اچھے اساتذہ ہی میسر نہیں ہیں، میرا تو خیال ہے کہ جیسے ہماری تنظیمیں طلبہ کو خوب خوب اکیلرٹیب دینے کا اہتمام کررہی ہیں ویسے ہی انہیں اچھے اساتذہ کی حوصلہ افزائی اور ذہین نوجوانوں کو تدریسی پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب دینے، اور بنیادی مضامین کے اساتذہ کو بہتر ترین مشاہرے دینے کے لئے ضروری سائل فراہم کرنے چاہیے۔

تعلیمی محاذ پر کام کرنے والے ماہرین کی گفتگو سننے کے بعد احساس ہوا کہ مسلمانوں کے پاس اپنی تعلیمی صورتحال کے سلسلے میں کوئی قابل اعتبار اعداد وشمار نہیں ہیں، اگرچہ کمیٹی نہ ہونی تو کسی کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کی حقیقی صورتحال کیا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان اپنے معاشی اور تعلیمی احوال کی تازہ ترین معلومات کو منظم نہیں کرتے، مثال کے طور پر کس شعبے میں مسلمان طلبہ زیادہ جارہے ہیں اور کن شعبوں میں جانے کی زیادہ ضرورت ہے، ملت کے تعلیمی اداروں کی پرفارمنس کی صورتحال پر کوئی مفید سروے آپ کو نہیں ملے گا جس کی بنیاد پر آپ کوئی اہم فیصلے لے سکیں، کیا یہ ضروری نہیں کہ مسلمانوں کی قیادت پہلے حکومت کو بار بار توجہ دلائے کہ انکے متعلق معاشی اور تعلیمی اعداد وشمار اتنی ہی توجہ سے جمع کیے جائیں جیسے دلتوں اور او بی سی طبقات کے کیے جاتے ہیں، اور ملی تنظیمیں خود بھی ضلع اور ریاست کی سطح پر اپنے افراد کو اعداد وشمار جمع کرنے کا کام دیتی رہیں، جو قوم اعداد وشمار کی قائل میں موجود نہیں ہے وہ حکومت اور پالیسی بنانے والوں کی گفتگو میں کیسے شامل کی جاسکتی ہے؟

یہ مشاہدہ بھی حیرت انگیز ہے کہ مسلمان نوجوان اپنے غیر مسلم نوجوانوں کے مقابلے میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے موثر استعمال میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں، ملک کی بڑی آئی ٹی کمپنیوں میں تو ان کی تعداد کم ہے ہی ساتھ ہی تعلیمی ایپس بنانے اور ان کا استعمال عام کرنے کے معاملے میں بھی وہ پیچھے رہ گئے ہیں، معلوم ہو کہ اساتذہ کی اچھی سی اچھی تربیت بڑی آسانی سے انٹرنیٹ کے ذریعے ملک کے کسی بھی گاؤں تک دی جاسکتی ہے، ہر طرح کی کوچنگ وہاں تک جاسکتی ہیں، لیکن کیا معاملہ ہے کہ اپنی تعلیمی اور معاشی ترقی کے لیے انفارمیشن ٹیکنالوجی کا استعمال کرنے میں وہ پیچھے رہ جارہے ہیں، جنوبی ہند کے مسلمانوں نے اس سلسلے میں جو توجہ دکھائی ہے، اسکا اندازہ بنگلور کے فالکن گروپ کے نوجوان ذمہ دار عبدالسبحان صاحب کی کامیاب کوششوں سے ہوا، شاہین گروپ جیسا کامیابی کے ساتھ کرناٹک میں کام کررہا ہے، شمالی ہند میں ایسے تجربے کرنے میں مسلمان کیوں پیچھے رہ جارہے ہیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

مسلمان نوجوانوں میں ابھی صرف روزگار اور جلدی سے کمانے والے پیشے کی طرف زیادہ توجہ دلائی جارہی ہے جو انتہائی غریب گھروں کے نوجوانوں کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی لیکن اس اہم میں ان نوجوانوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے جن کے اندر زیادہ بہتر مقابلے کی صلاحیت ہے اور زیادہ اہم مقامات تک پہنچنے کا امکان ہے، ذہین اور خوبصورت نوجوانوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے، جو نوجوان سول سروس میں جاسکتے ہیں ان کی پہچان جتنی جلدی کرلی جائے اتنا بہتر ہے، ریسرچ اور ڈویلپمنٹ سیکٹر کی نوکریاں ہر اعتبار سے زیادہ فائدے مند ہوتی ہیں، طویل مدت اور معاشرے میں زیادہ فائدہ پہنچانے والے تعلیمی مواقع نظر انداز نہ کیے جائیں اگرچہ ان میں تھوڑا زیادہ وقت اور صبر کرنا ہوتا ہے، مسلمانوں میں سائنٹسٹ اور ایجادات کرنے والے نوجوانوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی بہت اہم ضرورت ہے، گوگل بنانے والے، فیس بک ایجاد کرنے والے ایسے ہی عام نوجوانوں کے درمیان سے نکلے ہیں۔

تعلیم کو اگلے دس سالوں تک مسلمانوں کی سب سے بڑی ترجیح بنائے رکھنے کی ضرورت ہے، تعلیمی بیداری اور نوجوانوں کو بہتر تعلیمی مواقع سے واقف کرانا اور انہیں وہاں تک پہنچنے میں مدد کرنا ملت کا سب سے بڑا فریضہ اور آپسی اتحاد کی سب سے بڑی بنیاد ہونی چاہیے، جب تک مسلمانوں میں ڈاکٹرس، انجینئرز، سائنس داں، ایجادات، تحقیقات، تخلیقات کے میدان میں برادران وطن کے تناسب کے برابر نہ ہوجائیں اس وقت تک یہ مہم سب سے بڑے ملی مشن اور ملی فریضے کی طرح جاری رہے، خاص اتحاد برائے تعلیم اور ترقی کے ذمہ داران اس مشن کا میاب ہوں سکیں۔

(مضمون نگار انفرویلدر میارٹ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ dr.umairanas@gmail.com)

کیا ناٹو کا نیا اسٹریٹجک تصور روس یوکرین جنگ پر قابو پا سکے گا؟

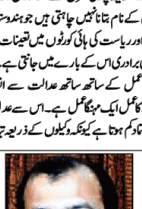

محمد عباس دھالیوال

اس سال فروری سے چل رہی روس یوکرین جنگ کے چلتے پوری عالمی برادری ایک تشویش وتذبذب کا شکار نظر آرہی ہے۔ حالانکہ اس جنگ کے سلسلہ میں روس پر کئی طرح کی پابندی عائد کر یوکرین کو روس کے خلاف سے محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن قریب چھ مہینے گزرنے کے باوجود ابھی تک عالمی برادری روس پہ کسی قسم کا دباؤ ڈالنے میں ناکام رہی ہے۔

لیکن اس سب کے بیچ جہاں روس یوکرین کی اناکو توڑنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے وہیں یوکرین بھی کسی صورت روس کے آگے گھٹنے ٹیکتے کو تیار نظر نہیں آتا۔ دراصل یوکرین کو روس کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکہ کے ساتھ ساتھ کچھ یورپین ممالک کی مدد بھی مل رہی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابھی تک یوکرین روس جیسی بڑی وفاقی قوت کے سامنے پہنچا نہیں ہوا ہے۔

اب اس سلسلے میں اٹھن کے دارالحکومت میڈرڈ میں نیٹو اتحاد کے سربراہی اجلاس میں یوکرین پر روسی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک نئے منصوبے کا اعلان کیا گیا ہے۔ جس کے تحت امریکی افواج کی یورپ میں خاص طور پر مشرقی یورپ میں انسانی تعیناتی اور یوکرین کے لیے ایک جامع امدادی پیکیج جس میں ایندھن، طبی سامان، بلٹ پروف جیکٹیں اور ڈرون مخالف نظام شامل ہیں۔

وہیں کچھ نیوز رپورٹ کے مطابق نیٹو نے اس سلسلے میں اب اپنے 'اسٹریٹجک تصور' کو بھی اپ ڈیٹ کیا ہے۔ اسٹریٹجک تصور ایک ایسی دستاویز ہے جو اگلے 10 سال کے لیے اپنی عسکری اور سیکیورٹی حکمت عملی کا تعین کرتی ہے جس میں مشرقی محیط جن کو درپیش خطرات کی تفصیل اور وضاحت کی گئی ہے کہ مغرب ان سے کیسے نمٹنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیٹو (NATO) ایک فوجی اتحاد ہے جس کی بنیاد سنہ 1949 میں امریکہ، کینیڈا، فرانس اور برطانیہ سمیت 12 ممالک نے رکھی تھی۔ یہاں قابل ذکر ہے کہ اس کے اراکین میں سے کسی بھی رکن کے خلاف مسلح حملے کی صورت میں باہمی مدد کے لیے آنے پر یہ متفق رہتے ہیں۔ بھلے ہی نیٹو کا اب وہ دبدبہ نہیں رہا جو کبھی پہلے ہوا کرتا تھا لیکن پھر بھی روس نیٹو کو پہلی ہی سے ایک خطرے کے طور پر دیکھتا رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں گزشتہ دنوں روس کی جانب سے کہا گیا تھا کہ نیٹو اتحاد استعماری سوچ کی غماری کرتا ہے اور وہ روس۔ یوکرین تنازعے کے ذریعے اپنی 'برتری' قائم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

جبکہ اس رکی صدر جو بائیڈن کا کہنا ہے کہ نیٹو کی 'اب پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے'۔

ادھر دوسری جانب نیٹو کے سکریٹری جنرل جنس اسٹولٹن برگ کے مطابق نیٹو اتحاد نے سرد جنگ کے بعد اپنا سب سے بڑا جائزہ لیا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے فوجی اتحاد کی نئی حکمت عملی تین نکات پر مبنی ہے۔

ادھر اپی ای کی ایک رپورٹ کے مطابق یوکرین پر روس کے حملے نے نیٹو کو پچاس ہزار ولٹ کا 'جھٹکا' دیا ہے۔ روسی خطرے کا یہ براہ راست نتیجہ ہے کہ نیٹو اتحاد میں شامل کچھ ممالک نے دفاعی اخراجات کو بڑھانے پر اتفاق کیا ہے۔

جبکہ اے ای رپورٹ میں وزیر اعظم بورس جانسن کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ برطانیہ نے سنہ 2030 تک اپنے جی ڈی پی کے 2.5 فیصد کے برابر اخراجات بڑھانے کا وعدہ کیا ہے اور اشارہ دیا ہے کہ برطانیہ دوسرے مغربی اتحادیوں پر بھی اپنے دفاعی بجٹ میں اضافے کے لیے دباؤ ڈالے گا۔ ہسانوی دارالحکومت میں سربراہی اجلاس کے دوران، صدر جو بائیڈن نے اعلان کیا کہ نیٹو کو زمین، ہوا اور سمندر میں مضبوط کیا جائے گا۔ مذکورہ نئے منصوبے کے مطابق اگلے سال تک موجودہ 40 ہزار تیار فوجیوں کی جگہ تین لاکھ تیار فوجیوں کو تعینات کیا جائے گا۔

اس منصوبے کے تحت پولینڈ میں ایک مستقل فوجی ہیڈ کوارٹر بنائے جانے کی بھی تجویز ہے، امریکہ، جنگی جہازوں کا تین، لڑاکا طیاروں کو برطانیہ اور زمینی دستوں کو رومانیہ بھیجے گا۔ صدر بائیڈن نے نیٹو سرحدوں کی ایک ایک انچ کا دفاع کرنے کا اعادہ کیا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ایک پر حملہ سب پر حملہ ہے، تو ہم واقعی یہ ہی سمجھتے ہیں۔

نیٹو کے مذکورہ منصوبے کے مطابق ، روسی فیڈریشن نیٹو اتحادیوں کی سلامتی اور مغرب کے امن و استحکام کے لیے سب سے اہم اور براہ راست خطرہ ہے۔ ان دستاویزات سے یہ بات بھی آشکار ہوجاتی ہے کہ نیٹو اب روس کو ایک پارٹنر کے طور پر نہیں دیکھتا لیکن وہ اسکو ایک دشمن کے طور پر دیکھتا رہا ہے۔

لیکن وہ اسکو کے ساتھ رابطوں کے راستے کھلے رکھنے کے لیے تیار رہنا کشیدگی سے بچا جاسکے۔

اس کے ساتھ ہی نیٹو نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اتحادیوں میں سے کسی کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے خلاف حملے کے امکان کو روکنے کو ممکن کرسکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈرڈ سربراہی اجلاس میں اس کے رہنماؤں نے فن لینڈ اور سویڈن کی طرف سے جمع کرائی گئی رکنیت کی درخواستوں کو قبول کرنے پر بے شک اتفاق کیا ہے۔ لیکن یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ان کے نیٹو اتحاد کا باقاعدہ حصہ بننے کے لیے تنظیم کے 30 ارکان کی حکومتوں سے اس کی رکنیت کی توثیق ہونا ضروری ہے۔

ادھر گزشتہ دنوں اس سلسلے میں صدر پوتن نے خبردار کیا کہ اگر فن لینڈ اور سویڈن نے اپنی سرزمین پر نیٹو فوجیوں اور فوجی انفراسٹرکچر کو قبول کیا تو اسکو سمجھی اس کا جواب دے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ روس کو ان ممالک کے لیے وہی خطرات پیدا کرنا ہوں گے جیسے وہ روس کے خلاف پیدا کریں گے۔

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ تنظیم کے اسٹریٹجک تصور میں پہلی بار چین کو نیو۔ اٹلانٹک سیکورٹی کے لیے ایک 'چیلنج' کے طور پر دیکھا گیا ہے۔

اس سلسلے میں اسٹولٹن برگ کا کہنا ہے کہ نیٹو اتحاد کو اب 'اسٹریٹجک مقابلے کے دور' کا سامنا ہے۔ انہوں نے آگے کہا کہ 'چین جوہری ہتھیاروں سمیت اپنی افواج میں خاطر خواہ اضافہ کر رہا ہے، اپنے پڑوسیوں شمول تائیوان کو دھمکا رہا ہے۔'

اس کے ساتھ انھوں نے یہ بھی واضح کیا کہ چین ہمارا دشمن نہیں ہے، لیکن ہمیں سامنے آنے والے سنگین چیلنجوں پر واضح نظر رکھنی چاہیے۔ 'جبکہ اس سے قبل نیٹو کے اسٹریٹجک تصور میں جس پر 2010 میں اتفاق ہوا تھا اس میں چین کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ لیکن اب تازہ ترین نیٹو اسٹریٹجک تصور کے متن سے یہ بات صاف ہوتی ہے کہ بیجنگ کی پالیسیاں تنظیم کے مفادات، سلامتی اور اقدار کو چیلنج کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں نیوز رپورٹ کے مطابق کہا گیا ہے کہ 'میڈرڈ ریپلک آف چائنا کی بدنیتی پر مبنی باہر دار اسا بھر کارروائیاں اور اس کی غلط معلومات پر مبنی بیان بازی اتحادیوں کو نشانہ بناتی ہے اور اتحادی سلامتی کو نقصان پہنچاتی ہے'۔

جبکہ اس ضمن میں نیوٹے نے مزید خبردار کیا ہے کہ چین کی حکومت شفافیت میں اضافہ کئے بغیر اپنی جوہری صلاحیت کو تیزی سے بڑھا رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں دیہ رف نیوٹمبرلن بلکہ ایشیا اور اوشیانا کے پڑوسی ممالک بھی پریشان ہیں۔

کیا ملا کر اب دیکھنا یہ ہوگا کہ آیا نیٹو کا نو کورہ نیا 'اسٹریٹجک تصور' پلان روس یوکرین جنگ پر قابو پا سکنے میں کامیاب ہو پائے گا۔ یا پھر یہ بھی ایک دیوانے کا خواب بن کر رہ جائے گا۔

سوشل میڈیا

ٹویٹر پر چلنے والے ٹرینڈ قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کئے جارہے ہیں
ٹویٹر ریوز کے ذریعہ ظاہر کی گئی آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح ذمہ دار نہیں